مولانا شہاب الدین ندوی
دارالشریعہ، بنگلور۔ ۲۹ انڈیا

سورج کی موت اور قیامت

قرآن، حدیث اور سائنس کی نظر میں

(قسط نمبر ۲)

حدیث کی جانچ کا ایک نیا اصول

واضح رہے کہ اس حدیث کا امام ترمذیؒ نے "حسن غریب" کہا ہے جب کہ امام حاکمؒ نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی اسکی تصدیق کی ہے (۱۷)۔ مگر موجودہ دور میں کسی حدیث کی "صحت" جانچنے کا صحیح اصول یہ ہونا چاہیے کہ وہ عقلی اور علمی اعتبار سے یا تو قرآن سے ہم آہنگ ہو جائے یا قرآن اور جدید تحقیقات و انکشافات کے مطابق ہو جائے۔ چاہے اس کی روایتی حیثیت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح بہت سی 'ضعیف" حدیثیں بھی اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے صحیح ثابت ہو سکتی ہیں، جن میں تاریخی اعتبار سے کچھ خامی رہ گئی ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک اصول خود احادیث ہی میں اس طرح موجود ہے: اعرضوا حدیثی علی کتاب الله فان وافقه فهو منی وانا قلته میری حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کرو، اگر وہ اسکی موافقت کرلے تو وہ میری بات ہے اور اسے میں نے کہا ہے (۱۸)۔ ستکون عنی رواة یروون الحدیث، فاعرضوه علی القرآن فان وافق القرآن فخذوها والا فدعوها: عنقریب مجھ سے حدیث روایت کرنے والے راوی ہونگے۔ لہٰذا تم حدیث کو قرآن پر پیش کرو اگر قرآن اس کی موافقت کرے تو اسے قبول کرلو ورنہ چھوڑ دو۔ (۱۹)

اس اعتبار سے بھی موجودہ دور میں حدیث شریف پر تحقیقی کام کرنا بہت ضروری ہے تاکہ موجودہ دور کے فتنوں کا صحیح جواب ہو سکے۔ اور خاص کر آج کل جو لوگ حدیث نبوی پر بے

اعتباری ظاہر کرتے ہیں انکا موثر طور پر رد ہو سکے۔

غرض موجودہ دور میں کسی راوی کی "ثقاہت" یا اسکا "ضعف" معلوم کرنے کا معیار بجائے روایت کے "درایت" ہونا چاہیے۔ یعنی حدیث پر علمی و عقلی نقطۂ نظر سے بحث کر کے دیکھنا چاہیے کہ اس کی صحت و صداقت کتاب اللہ میں موجود معانی و مضامین کے مطابق ہے یا نہیں ؟ اور یہ کام انتہائی دقت نظر اور بصیرت بینی کا طالب ہے۔ مگر اس سلسلے میں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ رسول اکرم ﷺ سے جو بھی قول یا عمل صادر ہوا ہے اور آپ نے جو بھی فیصلے کئے ہیں وہ حسب ذیل آیات کی رو سے قرآن ہی سے ماخوذ اور قرآن فہمی کے تابع ہیں : وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم ولعلهم يتفكرون "اور ہم نے تیرے پاس (کتاب) تذکرہ بھیج دی ہے تاکہ تو لوگوں کیلئے ان باتوں کی وضاحت کر سکے جو ان کے پاس بھیجی گئی ہیں اور وہ (ان باتوں میں) غور کر سکیں" (نحل : ۴۴) انا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله ہم نے تیرے پاس کتاب حقانیت کے ساتھ بھیج دی ہے تاکہ تو لوگوں کے درمیان اللہ کی فہمائش کے مطابق فیصلہ کر سکے۔ (نساء ۱۰۵)

چنانچہ اس موقع پر کلام الہی میں "بما اراك الله" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ حد درجہ بلیغ اور قابل غور و حجت ہیں۔ اور اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے تمام فیصلے اراءت الہی" یا "اللہ کی فہمائش" کے مطابق ہوا کرتے تھے جو قرآن ہی کے تابع تھے۔

چنانچہ اس سلسلے میں امام شافعی (م ۲۰۴ھ) کا قول ہے کہ امت (فقہی مسائل میں) جو کچھ بھی کہتی ہے وہ حدیث کی شرح ہے اور حدیث جو کچھ کہتی ہے وہ قرآن کی شرح ہے۔

جميع ماتقوله الا مة شرح للسنة وجميع السنة شرح للقرآن ۔ (۲۰)

اور اس سلسلے میں خود رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :انی لا احل الا ماحل الله فی كتابه ولا احرم الا ماحرم الله فی كتابه : میں اپنی طرف سے کوئی چیز حلال نہیں کرتا سوائے اسکے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے۔ اور میں اپنی طرف سے کوئی چیز حرام نہیں کرتا سوائے اسکے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ (۲۱)

اس اعتبار سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث دونوں ایک ہی سرچشمہ سے صادر شدہ ہیں۔ زبان نبوت سے جو بھی بات نکلتی ہے وہ کتاب اللہ ہی کی شرح و تفسیر ہے چاہیے وہ فقہی مسائل سے متعلق ہو یا غیر فقہی امور سے چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے۔ **وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی** (نجم : ۳۔۴) وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔

قدیم مفسرین کے انکشافات

بہر حال آیئے دیکھیں کہ سورج کی موت کے بارے میں قدیم مفسرین کیا کہتے ہیں ؟ چنانچہ دنیائے اسلام کی سب سے قدیم تفسیر ، ابن جریر طبریؒ (م ۳۱۰) کی جامع البیان فی تفسیر القرآن قرار دی جاتی ہے اور اسمیں سورج کی تکویر یعنی اسکی بساط لپیٹے جانے کے سلسلے میں حسب ذیل حقائق ملتے ہیں، جو صحابہ و تابعین اور تبع تابعین سے منقول ہیں :

۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ **اذا الشمس کورت** سے مقصود یہ ہے کہ وہ تاریک ہو جائے گا۔ (**کورت: اظلمت**)

۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک دوسرا قول یہ بھی مروی ہے کہ سورج ناپید ہو جائے گا۔ (**کورت : ذھبت**)

۳۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ وہ مضمحل ہو کر ختم ہو جائے گا۔ (**اضمحلت و ذھبت**)

۴۔ قتادہؒ سے مروی ہے کہ اسکی روشنی ختم ہو جائے گی۔ (**ذھب ضوءھا**)

۵۔ سعیدؒ سے مروی ہے کہ سورج اندھا ہو جائیگا۔ (**غورت:وھی بالفارسیة کورتکور**)

۶۔ ضحاک سے مروی ہے کہ اس سے مراد سورج کا خاتمہ ہے (**ذھابھا**)

۷۔ ابو صالح سے مروی ہے کہ سورج الٹا دیا جائے گا۔ (**نکست**)

۸۔ ابو صالح سے مروی ہے کہ سورج نیچے ڈال دیا جائے گا۔ (**القیت**)

۹۔ ربیع بن خثیم سے مروی ہے کہ سورج پھینک دیا جائے گا۔ (**رمی بہ**)

اسکے بعد علامہ ابن جریر تحریر کرتے ہیں کہ کلام عرب میں تکویر کے معنی کسی چیز کے

ایک حصے کو اسکے دوسرے حصے سے ملانے کے ہیں۔ جیسے پگڑی لپیٹنا، جو سر پر باندھی جاتی ہے یا جسے کپڑوں کی گٹھری باندھی جاتی ہے۔ اسی طرح سورج کو لپٹنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے بعض حصے کو بعض سے ملا کر لپیٹا جائے اور اسے پھینک دیا جائے اور جب یہ واقعہ ہو گا تو اس کی روشنی زائل ہو جائے گی۔ لہذا اس تاویل کی رو سے مذکورہ بالا دونوں قسم کے اقوال (سورج کی روشنی کا زائل ہونا اور اسے پھینک دیا جانا) صحیح ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جب سورج کو لپیٹ کر پھینک دیا جائے گا تو اسکی روشنی زائل ہو جائے گی۔

والتکویر فی کلام العرب جمع بعض الشئی الی بعض وذلک کتکویر العمامة وھو لفها علی الراس و کتکویر الکارة وھی جمع الثیاب بعضها الی بعض ولفها وکذلك قوله اذا الشسم کورت انما معناه جمع بعضها الی بعض ثم لفت ورمی بها واذا فعل ذلك بها ذهب ضوء ها فعلی التاویل الذی تاولناه وبیناه لکلا القولین للذین ذکرت عن اهل التاویل وجه صحیح . وذلك انها اذا کورت ورمی بها ذهب ضوء ها۔ (۲۲)

واضح رہے سورج کی تکویر یا اسکی بساط لپیٹ دینا بطور "استعارہ" ہے جو بلاغت کی ایک قسم ہے اور اس اعتبار سے یہ انتہائی درجہ معنی خیز حقیقت ہے۔

بہر حال حیرت ہوتی ہے کہ علامہ موصوف نے جدید سائنسی تحقیقات سے ناواقفیت کے باوجود اس کی صحیح صحیح تاویل کس طرح کر دی جو عین مطابق واقعہ ہے! اور اسے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے لے کر ربیع بن خثیم تک تمام قدیم مفسرین کا تال اور سر مشترک کس طرح بن گیا؟ الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر نتیجہ سب کا ایک ہی ہے۔ لہذا اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے یہ سب باتیں اپنا دل سے گھڑ کر پیش کی ہیں؟ ظاہر ہے کہ اگر بات ایسی ہوتی تو ان سب اقوال میں معنوی اتحاد ہرگز نہ پایا جاتا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ سب باتیں رسول اکرم ﷺ ہی سے سن کر بیان کی گئی ہوں گی۔ کیونکہ ایک ہی حقیقت کو مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے جن میں کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے۔ لہذا قرآن اور حدیث کیساتھ ساتھ

مفسرین اور راویان حدیث کی یہ مطابقت بھی اسلام کا ایک زبردست اعجاز نہیں تو پھر کیا ہے ؟

راویانِ حدیث کی صداقت

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات صرف ابن جریر طبریؒ ہی تک محدود نہیں بلکہ اس سلسلے میں حدیث اور تفسیر کی تمام کتابوں میں "تکویر" اور "انفطار" وغیرہ کے تعلق سے یہی تمام حقائق مذکور ہیں جو علمی حلقوں کی آنکھیں کھولنے کیلئے بہت کافی ہیں۔ اور ان حقائق و معارف کے ملاحظے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین میں تکوینیات یا سائنسی علوم کی کس قدر اہمیت ہے جنہیں آج خود مسلمان نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ وہ علوم و حقائق ہیں جنکے ذریعے آج ساری دنیا کو اٹھایا اور بٹھایا جاسکتا ہے اور انکی بنیاد پر ایک ایسا فکری انقلاب لایا جاسکتا ہے جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا علمبردار ہو گا اور احیائے علم اور احیائے دین کا باعث بنے گا۔ آج دین کی تجدید علم کی تجدید ہی پر موقوف ہے۔ کیونکہ موجودہ دور میں "علم" کو جو اہمیت حاصل ہو گئی ہے وہ سابقہ کسی بھی دور میں نہیں تھی۔

غرض آیئے اس سلسلے میں سب سے پہلے دنیائے اسلام کی سب سے زیادہ مستند ترین کتاب (کتاب اللہ کے بعد) "بخاری" سے اپنے مطالعہ کا آغاز کریں۔ چنانچہ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے کتاب "بدء الخلق" (ابتدائے تخلیق) میں جہاں پر چاند اور سورج کی بعض صفات و خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے وہاں پر حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تکویر سے مراد سورج کی بے نوری ہے : وقال الحسن: کورت تکور حتی یذھب ضوئو ھا۔ (۲۳)

نیز علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴) نے "تفسیر القرآن العظیم" میں اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے تفسیر در منثور میں "تکویر" اور "انکدار" کی تفسیر میں تقریباً وہی تمام معانی پیش کئے ہیں جو تفسیر ابن جریر میں مذکور ہیں مثلاً (ا) اظلمت: تاریک ہو جائیگا۔ (ب) غورت یا اغورت : دھنسادیا جائیگا۔ (پ) رمی بھا : پھینک دیا جائیگا۔ (ج) نکست: پھیر دیا جائیگا۔ (د) اضمحلت: کمزور ہو جائیگا۔ (ہ) ذھب ضوء ھا :اسکی روشنی زائل ہو جائیگی۔ (ے) وہ اندھا ہو جائیگا۔

اور " واذا النجوم انکدرت " کی تفسیر میں مختلف روایات کے تحت حسب ذیل اقوال

منقول ہیں : (ا) تغیرت: ستارے بدل جائینگے ۔ (ب) تناثرت: منتشر ہو جائینگے۔ (ج) تساقطت: جھڑ پڑیں گے۔(د) تساقطت وتھافتت: لڑکھڑا جائیں گے۔ (۲۴)

چنانچہ انہی تمام روایات کی بنا پر پورے ذخیرہ تفسیر میں یہی سب اقوال گردش کررہے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔اور امام رازیؒ (م ۶۰۶ ھ) نے لغوی اعتبار سے اس کے حسب ذیل معنی بیان کئے ہیں :(ا) تکویر کی دو صورتیں ہیں :اول یہ کہ کسی چیز کی گولائی کے طور پر لپیٹنا، جس طرح کے عمامہ لپیٹا جاتا ہے اور اس اعتبار سے لفظ طی ، لف، کور اور تکویر سب ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں۔اسی وجہ سے دھوبی کی گٹھری کو "کارۃ" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ تمام کپڑوں کو ایک کپڑے میں باندھ لیتا ہے۔ (ب) دوم یہ کہ اس سے مراد گرادینا یا ڈھادینا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے : کورت الحائط و دهورته: یعنی میں دیوار کو دھکا دے کر گرادیا۔ تو اس صورت میں اذا الشمس کورت کا مطلب ہوگا کہ سورج کو آسمان سے گرادیا جائے گا۔(القیت ورمیت عن الفلك) نیز اس کے علاوہ ایک تیسرا قول بھی حضرت عمر سے مروی ہے کہ یہ لفظ فارسی زبان سے ماخوذ ہے جسکے معنی 'کور' یعنی اندھے کے ہیں۔ (۲۵)

اسی بناء پر اہل لغت نے بھی یہی تمام معنی بیان کئے ہیں جو دور اول ہی سے مشہور و مقبول رہے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب اور تاج العروس وغیرہ لغت کی تمام بڑی کتابوں میں یہی معانی و مطالب منقول ہیں۔اور ان تمام کی مثالیں دینا اس موقع پر تطویل کا باعث ہوگا۔ (۲۶)

سورج اور چاند کا خاتمہ

یہ تھی سورج کی 'طبیعی موت' کی داستان، جو عبرتوں اور بصیرتوں سے بھرپور ہے۔اب ملاحظہ فرمایئے سورج کے ساتھ ساتھ چاند کی موت اور ان دونوں اجرام یعنی آفتاب و ماہتاب کی مشترکہ داستان اور ان دونوں کا انجام۔

چنانچہ بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن آفتاب و ماہتاب دونوں کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ (الشمس والقمر مکور ان یوم القیامۃ) (۲۷)

بعض دیگر روایات میں مذکور ہے کہ چاند اور سورج کو پیر کٹے ہوئے بیلوں کی طرح "معذور" بنا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ الشمس والقمر ثوران عقیران فی النار (۲۸)

ایک اور حدیث کچھ اضافے کیساتھ اس طرح آئی ہے کہ چاند اور سورج کو پیر کٹے ہوئے بیلوں کی طرح دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر اگر اللہ نے چاہا تو ان دونوں کو باہر نکالے گا ورنہ اسی میں رہنے دے گا۔ الشمس والقمر عقیران فی النار ان شاء اخرجهما وان شاء ترکهما۔ (۲۹) اس حدیث کو علامہ عبدالرؤف نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۳۰)

ان احادیث میں لفظ "عقیران" عقیر کا تثنیہ ہے جو عقر سے ماخوذ ہے اور اس کے اصل معنی اونٹ یا بکری کے پیر تلوار سے کاٹ دینے کے ہیں (۳۱)

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چاند اور سورج کو "پیر کٹے ہوئے بیلوں" سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے ؟ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جب انکی 'دوڑ' (جری) یا 'تیراکی' (سباحت (۳۲)) روک دی جائیگی تو گویا کہ وہ 'بے دست وپا' یا 'معذور' بن کر رہ جائینگے (۳۳)۔ انکی دوڑ روکنے سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انکی قوت کشش (گراوٹیشن) ختم کر دی جائے۔ جسکی وجہ سے وہ دوڑنے یا تیرنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ تب انہیں جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر چاند سورج کا قصور کیا ہے جنہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا ؟ اور یہ سوال اٹھانے والے امام حسن بصریؒ ہیں، تو اس کا جواب امام خطابی نے اس طرح دیا ہے کہ : اس سے مقصود چاند اور سورج کو عذاب دینا نہیں بلکہ یہ بات چاند سورج کی عبادت کرنے والوں کی سرزنش کی غرض سے ہے تاکہ وہ جان لیں کہ ان اجرام کی عبادت کرنا ایک باطل حرکت تھی۔ (۳۴)

حافظ ابن حجرؒ نے عطاء بن یسار کے حوالے سے لکھا ہے کہ ارشاد باری : وجمع الشمس والقمر (اور آفتاب و ماہتاب کو اکٹھا کر دیا جائے گا۔ (سورۃ قیامہ : ۹) اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کو یکجا کر کے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (۳۵)

اسلام ایک فطری اور سائنٹیفک مذہب

اس بحث سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ چاند، سورج اور ستارے سب کے سب فانی چیزیں ہیں جن کو بقاو دوام حاصل نہیں ہے۔ لہذا چاند ستاروں کی عبادت کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ عبادت و بندگی تو اسکی کی جاتی ہے جو زندہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہو۔ مگر دنیائے انسانیت کی یہ بہت بڑی بد قسمتی ہے کہ غلط قیاس کی وجہ سے چاند سورج کو معبود و مسجود بنا لیا گیا۔ چونکہ ان دونوں سے دنیا والوں کو روشنی اور حرارت ملتی ہے اسلئے بعض قوموں نے انہیں معبودیت کے درجے پر فائز کر دیا۔ چنانچہ ایک حدیث کے مطابق جو امام ابن سیرینؒ سے مروی ہے مذکور ہے (غلط) قیاس سے کام لینے والا اولین فرد ابلیس تھا۔ اور آفتاب و ماہتاب کی پرستش بھی (غلط) قیاسات ہی کی بنیاد پر کی گئی۔ (اول من قاس ابلیس . وما عبدت الشمس والقمر الا بالمقاييس) (۳۶)

اسی لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ عبادت کسی مخلوق کی کرنا جائز نہیں ہے بلکہ عبادت تو اس کی کی جاتی ہے جو تمام مخلوقات کا خالق اور رب ہو۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے :

ومن اياته اليل والنهار والشمس والقمر لا تسجدو اللشمس ولا للقمر واسجدو الله الذی خلقهن ان كنتم اياه تعبدون (حم سجدة ۳۷)

رات دن اور آفتاب و ماہتاب اسکی نشانوں میں سے ہیں تم سورج کو سجدہ نہ کرو اور نہ چاند کو (بلکہ) اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو۔

اور آج علم و تحقیق کے اجالے میں یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہو چکی ہے کہ چاند سورج خالق نہیں مخلوق، معبود نہیں عابد اور متبوع نہیں بلکہ ادنیٰ درجے کے تابعدار ہیں جو بہت جلد غائب ہونے والے ہیں۔ لہذا جن لوگوں نے انکو معبود بنا کر انکی پرستش کی انہوں نے ایک فعل عبث ہی نہیں کیا بلکہ مخلوق کو معبود کے درجے میں رکھتے ہوئے خدا کی لڑائی میں انہیں شریک کر دیا جو خلاق عالم کے نزدیک ایک ناقابل معافی جرم اور اسے غصہ دلانے والی بات ہے۔ اسلئے فرمایا گیا ہے۔ : انكم وما تعبدون من دون الله حسب جهنم انتم لها واردون۔ (انبیاء ۹۸)

"تم اور تمہارے وہ معبود جو اللہ کے سوا ہیں وہ سب یقیناً جہنم کا ایندھن ہیں تم اس میں داخل ہو کے

رہو گے" ظاہر ہے کہ مشرکین کا یہ انجام فطری اور سائنٹیفک نقطۂ نظر سے بالکل مطابق واقعہ ہے۔ دیکھئے اسلام کے احکام اور اس کی عقلی حکمتیں اور بصیرتیں کہ وہ کس قدر گہرے تفکر و تعقل پر مبنی ہیں۔ کیا ایسا پر از حکمت کلام جو اس کائنات کے اسرار سربستہ کی نقاب کشائی کرنے والا ہو، کوئی انسان پیش کر سکتا ہے؟ اسلامی تعلیمات میں قدم قدم پر عقل و دانش کا مظاہر نظر آتا ہے جو نظام فطرت کے عین مطابق ہے۔ لہذا اسکے من جانب اللہ ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

حرکیات حرارت کا دوسرا قانون

دنیائے سماوات میں سورج اختتام کائنات کا شاہد عدل ہے جو "انجام حیات کی گواہی دے رہا ہے اور اس گواہی کو جھٹلانے والی کوئی چیز اس عالم آب و گل میں موجود نہیں ہے۔

اذا وقعت الواقعه ، ليس لوقعتها كاذبة : جب واقع ہونے والی چیز (قیامت) واقع ہو جائے گی جسکے وقوع کو جھٹلانے والی کوئی چیز موجود نہیں ہے (واقعہ :۱-۲)

اختتام کائنات کے سلسلے میں ایک واقعہ تو وہ ہے جسکی تفصیل اوپر گزر چکی ہے اور اس ضمن میں دوسرا واقعہ وہ ہے جسے "حرکیات حرارت کا دوسرا قانون" (سکنڈ لاء آف تھرموڈائنامکس) کہا جاتا ہے۔ چنانچہ طبیعاتی نقطۂ نظر سے اس قانون کی رو سے بھی کائنات کا اختتام یقینی نظر آتا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس رفتار سے ہماری کائنات میں حرارت کی تقسیم ہو رہی ہے اسکے نتیجے میں ایک دن ایسا ضرور آنے والا ہے جب کہ اس کائنات کے تمام مظاہر یکساں درجہ حرارت پر پہنچ جائیں گے۔ اس وقت کائنات کی کوئی بھی چیز نہ گرم رہے گی اور نہ سرد۔ اور یہ درجہ حرارت اس قدر کم ہو گا کہ جاندار اشیاء کا زندہ رہنا ممکن نہ رہے گا۔

چنانچہ اس سلسلے میں مشہور سائنس داں سر جیمز جینس تحریر کرتا ہے: "طبیعیات کا وہ اصول جو علم حرکیات حرارت کے اصول ثانی کے نام سے مشہور ہے یہی پیش گوئی کرتا ہے کہ کائنات کا صرف ایک ہی انجام ہو سکتا ہے اور وہ ہے قلت حرارت کی موت۔ یعنی ہو گا یہ کہ تمام کائنات میں حرارت کی تقسیم یکساں ہو جائے گی اور ہر جگہ یکساں درجہ حرارت پیدا ہو جائے گیا جو اسقدر کم ہو گا کہ حیات کا زندہ رہنا نا ممکن ہو جائے گا"۔ (۳۷) .... (جاری ہے)